لطائفِ ادبیہ

ستارے

از جناب میر اُفق صاحب کاظمی امروہوی

(۱)

تمام دِن تو ہیں تابِ فروغِ مہر میں گُم — نقاب اُلٹتے ہیں چہرے سے رات کو انجم
خموش انجمنِ کائنات ہوتی ہے! — چمکنے لگتے ہیں انجم جو رات ہوتی ہے
شرارِ حسن مصابیح گنبدِ دوّار! — فلک کی بزم کے یہ زاہدانِ شب بیدار
فلاسفر انہیں روشن کُرے بتاتے ہیں! — حسابِ بُعدِ مسافت لگاتے جاتے ہیں
کشش سے اِن کی بتاتے ہیں چرخ کو قائم — یہ اُس پہ طرّہ کہ گردش میں رہتے ہیں دائم
جَڑا ہوا انہیں سمجھا ہے چرخ پر کوئی — حقیقت ان کی بتاتا نہیں مگر کوئی
کچھ اس میں شک نہیں زینت ہیں آسماں کیلیے — فروغِ چشمِ بصیرت ہیں اک جہاں کیلیے
غرض انہیں کوئی کچھ کوئی کچھ بتاتا ہے — ہر اک فریق جُدا اپنی اپنی گاتا ہے
زمانہ کچھ کہے ان کو، انہیں نہیں مطلب — یہ اپنی ایک روش پر چمکتے ہیں ہر شب

(۲)

میں زیرِ سقفِ فلک اک رات سوتا تھا — خمارِ بادۂ غفلت میں عُمر کھوتا تھا
کسی خیال سے یکلخت میری آنکھ کھُلی — معاً ستاروں کی جانب نگاہ جا پہنچی

یہ دیکھا میں نے کہ سب کانپتے ہیں ڈرتے ہیں
اک آنکھ کھولتے ہیں ایک بند کرتے ہیں

لرز رہے ہیں کسی خوف اور دہشت سے
نہیں قیام کسی ساعت ایک ہیئت سے

یہ رنگ دیکھ کے میں نے کہا کہ اے انجم!
بتاؤ تو سہی کس ڈر سے کانپتے ہو تم؟

ذرا یہ مجھ سے کہو تم ہو اصل میں کیا شے
تمہارے جرمِ منور کی کیا حقیقت ہے؟

(۳)

ستارے بولے کہ اے شاعرِ حقیقت جو
بتائیں کیا تجھے کیا ہم سے پوچھتا ہے تو

فضائے دہر میں ہم دیدہائے عبرت ہیں
مناظرِ شب انساں سے محوِ حیرت ہیں

جو شب میں کرتی ہے اعمال نوعِ انسانی
ہمارا فرض ہے تا صبح اُن کی نگرانی

محیط ابر ہو پوشیدہ ہو کہیں کوئی
ہماری آنکھوں سے پنہاں مگر نہیں کوئی

یہ دوربینیں ہیں عکاس آئینے کی طرح
نہ آئینے کی طرح بلکہ ایکسرے کی طرح!

نظر جو آتے ہیں اعمال اشرف المخلوق
تو برقِ خوف سے پڑ جاتے ہیں جگر میں شقوق

کبھی ہے شرم کبھی لرزہ جسم پر طاری
جو دیکھتے ہیں تری قوم کی سیہ کاری

کہیں جو پاتے ہیں خاصانِ حق کو ہم بیدار
تو اس سے ہوتا ہے کچھ روحِ مضطرب کو قرار

غرض بخوف و رجا رات بھر ٹھہرتے ہیں
دمِ سحر تری دنیا سے کوچ کرتے ہیں

طلوعِ مہر سے روئے اُفق اِدھر پرنور
ہم اُس طرف لیے شب نامچہ خدا کے حضور